شہر آشوب

قصیدہ در مدح امیر المومنین حضرت علی مرتضیٰ علیہ السلام

سید الشعراء قائم مہدی نقوی ساحرؔ اجتہادی، کراچی

عجب دکھائی ہے اب کی بہار نے تاثیر
ہوئے ہیں ہوش وخرد وحشت وجنوں کے اسیر

بڑھی ہوئی ہے مزاجوں میں اس قدر حدّت
کہ جیسے آگ سے اُٹھا ہو آدمی کا خمیر

یہ ڈر ہے لکھّوں جو شعلہ مزاجیٔ انساں
ورق میں آگ لگا دے نہ گرمیِ تحریر

گریں قلم سے ٹپک کر شرر جو کاغذ پر
وہ بن کے نقطے بنا دیں سریر کو بھی شریر

ہے شاہدانِ چمن کا مزاج یوں برہم
نظر ہے تیر تو ابرو کھنچی ہوئی شمشیر

بجائے گل کے نکلتے ہیں خار گلشن میں
بدل گئی ہے نسیم بہار کی تاثیر

ہے چاک چاک رگِ گل سے آپ دامنِ گل
چمن کے پھول بھی کانٹوں کی بن گئے ہیں نظیر

نہیں پسند جو، اب قیدِ گیسوئے سنبل
ہوئے ہیں اہل چمن گیسوئے ہوس کے اسیر

شکار کرتے نہیں عاشقوں کے دل کو اب
وہ تیغیں ابروؤں کی اور وہ نگاہ کے تیر

رسن ہیں گیسوئے سنبل تو دار سروِ چمن
ہے بیدِ خشک کماں تو زبانِ سوسن تیر

بجائے قطروں کے چنگاریاں برستی ہیں
مثالِ دامنِ آتش فشاں ہے ابرِ مطیر

جو پھول دیتے تھے خوشبو وہ اب ہیں خار بکف
جو شاخِ گل تھی وہ ہے اب کھنچی ہوئی شمشیر

فراتِ وقت کا پانی ہے آتشِ سیّال
بجائے آبِ خُنک بہہ رہی ہے نارِ سعیر

وہ شہر جس کو عروس البلاد کہتے تھے
وہ آج رزم کے میداں کی بن گیا تصویر

بھڑک رہی ہے دلوں میں عناد وبغض کی آگ
کھڑک رہی ہے ہر اک گام ظلم کی زنجیر

گھُلی ہوئی ہیں مزاجوں میں تلخیاں اتنی
کہ زہر ہوگئے قند و نبات و شکّر و شیر

عیاں ہے ساز کے پردوں سے سوزِ درد والم
ہے مطربوں کی ہر اک تان نالۂ شب گیر

لہو لہو ہیں نہالانِ سبز پوشِ چمن
مثالِ سرخ لِباسانِ خطّۂ کشمیر

سفید پھول بھی ہیں سُرخ خوں کے چھینٹوں سے
ہوا ہے اب کی کچھ اس طرح رنگِ گل تغئیر

اُڑا ہے خوف کی شدت سے یاسمین کا رنگ
لہو کے رنگ سے دامانِ گل ہے سُرخ عبیر

چمن میں سبزۂ نَو کو بنا کے دامِ قضا
اسی میں کرتا ہے صیاد بلبلوں کو اسیر

کہیں ہے خونِ عنادل کہیں گلوں کا لہو
چمن ہے قتل گہہ حسن و عشق کی تصویر

ہیں شاخ گُل میں یہ کانٹے گڑے ہوئے، جیسے
گلوئے غنچہ و دستِ شجر میں ظلم کے تیر

کبھی تھے رنگ کی پچکاریوں سے سُرخ لباس
نہا رہے ہیں اب اپنے ہی خون میں رہگیر

چمک رہے ہیں یہ جگنو کہ اُڑ رہے ہیں شرر
یہ برق ہے کہ ہے قاتل کے ہاتھ میں شمشیر

پئیں تو کام و دہن زخم زخم ہو جائیں
ہے آبِ سرد میں بھی آبِ تیغ کی تاثیر

بجائے رنگ کے چنگاریاں سی اُڑتی ہیں
کوئی گُلال اُڑائے فضا میں خواہ عبیر

پہن لئے ہیں انھوں نے لباس شعلوں کے
گراں تھی جن کو کبھی گرمیِ لباسِ حریر

بدن سے ان کے بھی جاری ہیں خوں کے فوّارے
کہ جن کی زیست میں پھوٹی نہ تھی کبھی نکسیر

نسیم صبح کے جھونکے جلائے دیتے ہیں
صبا بھی چلتی ہے دامن میں لے کے نارِ سعیر

لبِ چنار پہ "یا نَارُ کُوْنِیْ بَرْداً" ہے
ہے برگِ گل پہ رگِ گل سے ''الاماں'' تحریر

کہاں سے تشنہ لبانِ چمن کو دے پانی
ترس رہا ہے خود آبِ خنک کو ابرِ مطیر

رَوِش رَوِش پہ عنادل کے خوں کے چھینٹے ہیں
جو دیکھ دیکھ کے ہے گُنگ بلبلِ تصویر

یہ خوف ہے کہ کھلا ہے قفس کا در، پھر بھی
رہائی پر نہیں آمادہ طائرانِ اسیر

کچھ ایسے ہوگئی پامال کشتِ امن واماں
در آئیں جیسے کسی مرغزار میں خنزیر

کہ جیسے روندتے پھرتے ہوں جوشِ مستی میں
خود اپنی فوج کو فیلانِ مست بے زنجیر

ہر اک کی آنکھ کا تنکا تلاش کرتے ہیں
جو دیکھ سکتے نہیں اپنی آنکھ کا شہتیر

ہر ایک گام پہ بچھّے ہوئے ہیں موت کے جال
ہر ایک موڑ پہ ہے خوفِ مرگ دامنگیر

جَلا رہی ہے بھڑکتی ہوئی عناد کی آگ
فغاں بلب ہے کھڑکتی ہوئی ہر اک زنجیر

خرد کے ہاتھ میں اب اس کی دھجیاں بھی نہیں
ہر ایک خارِ مغیلاں ہے یوں گریباں گیر

دیا بشر کو جنوں نے فریب کچھ ایسا
بقا کے شوق میں خود بن گیا قضا کا سفیر

وہ جن کے ہاتھ کو درکار تھے کتاب و قلم
ہے ان کے ہاتھ میں تیغ وتفنگ وخنجر و تیر

تھا اس چمن کی حفاظت کا جن پہ دارومدار
وہ بن کے رہ گئے دشمن کے ہاتھ کی شمشیر

نہ خُلق ہے نہ مروت، نہ رحم ہے نہ کرم
جہاں میں شر کی ہے کثرت بجائے خیر کثیر

نہ طفل کی ہے رعایت نہ پیر کا ہے خیال
سبھی ہیں زینتِ مقتل، کبیر ہوں کہ صغیر

ستم زدوں کو ذرا بھی نہیں مجالِ فغاں
اِدھر زبان ہلائی اُدھر کھنچی شمشیر

زباں سے کہتے ہیں ''لاتفسدوا فی الارض'' مگر
عمل سے کرتے ہیں اُلٹی کتاب کی تفسیر

وہ جس کا کام تھا تسخیر عالم ایجاد
خود اپنے جوشِ جنوں کو نہ کر سکا تسخیر

ہے اتنا تیز قدم شوقِ مقتل آرائی
کہ پیچھے رہ گئی دیوانگی کی حدِّ اخیر

خود اپنے سر پہ ہے اب تیشہ زن جوہر فرہاد
لہو کی نہر ہے جاری بجائے جوئے شیر

یہ اپنے آپ کو خود قتل کررہے ہیں جو لوگ
اسے عذابِ الٰہی سے کیجئے تعبیر

فلک پہ جاتا ہے غوغائے رزم گاہِ زمیں
''بِزن بِزن'' ہے کہیں اور کہیں ''بگیر بگیر''

ہر ایک شئے سے گراں عافیت کا اک لمحہ
ہر ایک چیز سے ارزاں ہے قاتلوں کا ضمیر

ہے گویا قتلِ بشر بھی فریضۂ ایماں
کہ تیغ ہاتھ میں ہے لب پہ نعرۂ تکبیر

ہے گُنگ دیکھ کے یہ حال فرطِ حیرت سے
تمام عالمِ امکاں ہے عالمِ تصویر

تھا جن صفات سے انسان اشرف المخلوق
اب ان صفات کا اس میں نہیں ہے عشرِ عشیر

سند ملی تھی اسے اشرف الخلائق کی
مٹا دی اپنے ہی ہاتھوں سے اس نے یہ تحریر

میسر اُس کو ہے اصحابِ کہف کی صحبت
بشر سے اب ہے شرف میں کہیں سوا قطمیر

برائے حفظ و اماں پڑھ رہے ہیں اہل یقیں
کہیں دُعائے کمیل اور کہیں دعائے مجیر

کہیں ہے نادِ علیؑ اور کہیں حدیثِ کسا
کہیں ہے وردِ زباں جوشنِ صغیر و کبیر

ہے صبح و شام زبانوں پہ آیۃ الکرسی
ہوا یہ کُرسی نشینوں کو خوف دامنگیر

یہ حُزن ہے کہ جو دیوارِ قہقہہ دیکھیں
بجائے ہنسنے کے رو رو کے حال ہو تغیُّر

چمن میں لے کے اب آتی نہیں پیامِ بہار
صبا کے پاؤں میں کس نے یہ ڈال دی زنجیر

یہ زندگی ہی بشر کے لئے جہنّم ہو
ازل میں یہ تو نہیں تھا نوشتۂ تقدیر

زبانِ خامۂ ساحرؔ پہ بھی ہے شہر آشوب
قصیدہ لکھے تو کیا اس فضا میں یہ دلگیر

سمجھ میں کچھ نہیں آتا ہے کیا کرے کوئی
جدا ہے عقل کے ہاتھوں سے ناخنِ تدبیر

کہاں ہے اب کوئی عیسیٰ نَفَس کرے جو علاج
کہاں سے بہرِ شفا آئے نسخۂ اکسیر

اب اس فضائے لہو بار سے الجھتا ہے دل
نہیں ہے امن و اماں کی یہاں کوئی تدبیر

خدا کے سایۂ رحمت میں مل سکے جو پناہ
وہاں پہنچ نہ سکیں گے یہ مفسدان و شریر

وہاں تو ہوتی ہے چیونٹی کی جاں بھی بیش بہا
یہاں بشر ہے سگ و خوک سے بھی پست و حقیر

وہاں تو مور و مَلَخ کو بھی مار سکتے نہیں
یہاں ہیں آدمیوں کے گلے تہہِ شمشیر

وہاں تصوّرِ جنگ و جدال بھی ہے حرام
یہاں حرام مہینوں میں بھی ہے دار و گیر

وہاں رہیں تو سِوا ہو وقارِ عبدیّت
اٹھیں جہاں سے تو پیشِ خدا بڑھے توقیر

تصوّر اب جو مجھے لے چلا سوئے کعبہ
ہر ایک گام تھی لبّیک، ہر نَفَس تکبیر

چراغِ خانۂ کعبہ ہے اب تصوّر میں
طلوع مطلعِ نَو پر ہوا ہے مہرِ منیر

ملا حرم کو وہ جس لمحہ مدعائے غدیر
میں وقت کے اسی لمحہ کو کررہا ہوں اسیر

حریم فکر و تخیّل بہ فضلِ ربِّ قدیر
ہوا ہے جوشِ بہاراں سے آج خلد نظیر

جو رکھّا پائے تخیّل زمینِ کعبہ پر
نظر میں گلشنِ جنت کی کھنچ گئی تصویر

عجیب امن و اماں کی فضا نظر آئی
سکونِ دل کو یہاں کی ہوا ہوئی اکسیر

نہ ظلم ہے نہ تشدد، نہ جبر ہے نہ ستم
نہ آستینوں میں خنجر نہ ہاتھ میں شمشیر

نہ رقص کرتی ہے سڑکوں پہ موت کی دیوی
نہ راہ چلتے نہاتے ہیں خون میں رہگیر

خدا کے گھر میں تو کچھ اور ہی بہار ہے آج
نہیں ہے وہم و تصوّر میں جس کی کوئی نظیر

نظر نظر میں تجلّی و رنگ و جلوہ و حُسن
قدم قدم پہ نظارہ ہر ایک دامنگیر

فلک سے تا بہ زمیں ایک نور پھیلا ہے
کہ جیسے طور پہ نورِ الٰہ کی تنویر

زمیں پر آج ہے پیہم ملائکہ کا ورود
حرم کے صحن میں ہے قدسیوں کا جم غفیر

صبا کے ساتھ ہے جبرئیل کے پروں کی ہوا
گلے لگائے ہے زمزم کو موجِ خُمِّ غدیر

نثار کرتا ہے بھر بھر کے اپنے دامن میں
خزانۂ گہرِ آبدار ابرِ مطیر

بجائے نالۂ ناقوس و سینہ کوبیِ دَف
کھُلا ہوا ہے سماعت میں نغمۂ تکبیر

ہے دَورِ جامِ تولّا فضائے کعبہ میں
مئے وِلا سے ہے مخمور ہر صغیر و کبیر

میں اس کو خواب کا جادو سمجھ رہا تھا ابھی
کہ آنکھ کھلنے سے پہلے ہی مل گئی تعبیر

جو دیکھا ایک نیا در جدار کعبہ میں
کھلا کہ آج حرم کی بھی کھل گئی تقدیر

یہ ایک مطلعِ نو تھا غلافِ کعبہ پر
ہر ایک سمت سنہرے حروف میں تحریر

ہے آج گھر سے خدا کے طلوعِ مہرِ منیر
ظہورِ صبحِ شبِ قدر و نورِ ربِّ قدیر

یہ کہہ رہی ہے سماعت کو چوم کر تکبیر
مبارک اہلِ ولا آمدِ جنابِ امیرؑ

شہِ شہانِ جہاں، شہریارِ کشورِ دیں
امیرِ عرش حشم، خسروِ سپہر سریر

خدیوِ مملکتِ علم، تاجدار نجف
امامِ اہلِ ولا، صدرِ بزمِ خُمِ غدیر

ہژبرِ بنتِ اسد، ضیغمِ ابوطالبؑ
اسد جلالت و اژدر شکار و خیبر گیر

مشیت آج ہے خود وجد میں نبیؐ کی طرح
خدا کو مل گیا نائب، شہِ اُمم کو وزیر

کھلا حرم میں درِ خانۂ ابوطالبؑ
حضورِ رب ہوئی بنتِ اسد کی یہ توقیر

ہیں محو بنتِ اسد دیکھنے میں حُسنِ پسر
یہ ان کا نورِ نظر ہے کہ نور کی تصویر

نثار حُسن جو رُخ پر تو رعب چتون پر
یہ لعل ہے کہ جلال و جمال کی تصویر

علیؑ کو دیکھ کے گھبرا گئے ہیں یوں، جیسے
بتوں نے دیکھ لیا جلوۂ خدائے قدیر

زباں دہن میں نہیں ورنہ دیکھ کر یہ جمال
لگاتے لات و ہبل خود بھی نعرۂ تکبیر

علیؑ کو دیکھ کے کعبہ میں، سوچتے ہیں خلیلؑ
کہ کس قدر تھا مبارک وہ جذبۂ تعمیر

یہی تو ہے وہ مکیں لا مکاں کے اس گھر کا
کہ جس کے واسطے کعبہ کیا گیا تعمیر

علیؑ نے اُن سے کیا واگذار کعبہ کو
خدا کے گھر پہ تھے قابض جو وہ بُتانِ شریر

انہیں نے آ کے جو کعبہ بدر بُتوں کو کیا
بس اب تو در بدری اُن کی ہوگئی تقدیر

رسولِ حق کی نیابت انھیں کو زیبا ہے
یہ بے نظیر بصیر اور نبیؐ نذیر و بشیر

یہی تو ہے جو محافظ ہے عظمتِ حق کا
یہی تو ہے جو مٹائے گا کفر کی توقیر

جو کام ہے وہ رضائے خدا کے تابع ہے
جو لفظ ہے وہ کلامِ مجید کی تفسیر

اُسی سے ہے بشریّت کا افتخار و شرف
عطا کرے گا جو قاتل کو اپنے کاسۂ شیر

انھیں کا دستِ کرم دے گا ساغرِ کوثر
انھیں سے ہم کو ملے گی بہشت کی جاگیر

جو ایک روٹی کا طالب ہو آپؑ سے سائل
عطا ہو اس کو بہ ہفتاد ناقہ گنجِ کثیر

گدا کا بھرتے ہیں دامن طلب سے بھی بڑھ کر
کہ پھر زباں پہ نہ حرفِ سوال لائے فقیر

جب آئے مدحِ سخاوت میں آیتِ قرآں
تو راجع آپ کی جانب ہو''اِنّما'' کی ضمیر

جو اِن کے حفظ و اماں میں ہو ناتواں کوئی
گزندِ تیغ کجا، پھوٹتی نہیں نکسیر

عطا کریں جو اُسے آپؑ قوتِ پرواز
قفس کو توڑ کے اُڑ جائے طائرِ تصویر

مسیحؑ سے جو نہ اچھّا ہو اس کو دے یہ شفا
دکھائے آپ کی بادِ نَفَس اگر تاثیر

جو مانگے اِن کی نگاہِ کرم سے وہ تریاق
تو پیالہ زہر کا، سقراط کو ہو کاسۂ شیر

ملے جو اُس کو نصیبوں سے ایک جامِ وِلا
تو پی کے پیرِ خرابات بھی ہو مرشد و پیر

ہو داد خواہ جو نوشیرواں سا عادل بھی
انھیں کے در پہ ہلائے وہ عدل کی زنجیر

جو فیض چاہیں ''سلونی'' صفت بصیرت سے
تو پوچھیں آپؑ سے یوسفؑ بھی خواب کی تعبیر

جو مَس ذرا سا بھی ہو جائے اِن کے دامن سے
تو کھیلنے لگے شعلوں سے وہ لباسِ حریر

عطا کریں جو قلم کی زباں کو گویائی
تو نقش اُبھرنے سے پہلے ہی بول اُٹھے تصویر

نہ ہوتی وقتِ تکلّم زبان کو لکنت
جو سیکھ لیتے کلیمؑ اِن سے خوبیِ تقریر

حلاوت ان کی زباں میں ہے، گفتگو میں نمک
تو پھر ''سَلوُنی سَلوُنی'' سی کیوں نہ ہو تقریر

پکار اُٹھتا ہے نہج البلاغہ دیکھ کے کفر
علیؑ نے دوسرا قرآن کردیا تحریر

مَلَک فلَک پہ پروں کو سمیٹ لیتے ہیں
چمکتے دیکھ کے دستِ علیؑ میں وہ شمشیر

یہ ذوالفقار نہیں ہے علیؑ کے ہاتھوں میں
ہے دستِ دینِ خدا میں یہ زندگی کی لکیر

وہ سر پہ تیغِ سَم آلود، لب پہ ''فُزْتُ بِرَب''
رہِ رضا میں تھا یہ زہر اِن کو شکّر و شیر

ہے بے ولائے علیؑ، دعوئے مسلمانی
بغیر تلبیہ کا حج، نماز بے تکبیر

وِلا علیؑ کی نہیں ہو تو بس نمائش ہے
ہزار مسجد و محراب میں ہو جمِّ غفیر

یہ طفل و پیر کو گرتے میں تھام لیتا ہے
علیؑ کا نام ہے یا جوشنِ صغیر و کبیر

نجانے بات کہاں سے کہاں تلک پہنچے
علیؑ کے نام کی کرتا رہوں اگر تفسیر

بس اب دعا پہ کروں ختم یہ سخن ورنہ
بیانِ مدحِ علیؑ تو کبھی نہ ہوگا اخیر

تمام عالمِ انسانیت کی جانب سے
یہ التجا ہے کہ اے شاہِ آسماں توقیر

جہانِ کذب کے ان بیکراں اندھیروں میں
ہو سچ کا چاند طلوع اے صداقتوں کے سفیر

دکھایئے رہِ انسانیت زمانہ کو — کہ پھر بحال ہو انساں کی عظمت و توقیر

جنھوں نے چھین لیا ہے سکون انساں کا — ہوں ذوالفقار کا لقمہ وہ مفسدان و شریر

خزاں رسیدہ چمن میں پھر آئے دَورِ بہار — مرا یہ شہر پھر امن و اماں کی ہو تصویر

بنے یہ بحرِ عرب پھر وِلا کا میخانہ — ہو دَورِ بادۂ کوثر بہ جامِ خُمِ غدیر

جو ڈوبتا ہوا پلٹا نہ امن کا سورج — تو پھر طلوع نہ ہوگا کبھی یہ مہرِ منیر

رہے مُحِبّوں پہ تا حشر آپؑ کا سایہ — کھنچی رہے سرِ اعدا پر آپؑ کی شمشیر

عطا ہو اوج وہ ساحرؔ کو جس پہ رشک کریں — فرزدقؔ، انوریؔ، قاآنیؔ و انیسؔ و دبیرؔ

نوٹ: اس قصیدہ کی تشبیب اور دُعا ۱۹۹۴ء میں کراچی کے پُرتشدّد اور خوں آشام حالات کے پس منظر میں لکھی گئی۔

❁❁❁

منقبت امام الاتقیاء حضرت محمد باقر علیہ السلام

امتیاز الشعراء مولانا سید محمد جعفر قدسیؔ جائسی

مآلِ ربط حسن و عشق بھی حیرت کے قابل ہے — مرا دل ہے تمہارا دل، تمہارا دل مرا دل ہے

بھلا اہلِ ہوس کیوں مدعی عشق و الفت ہیں — کہ عشق آسان ہے لیکن وفائے عشق مشکل ہے

بہار زندگی دو پھول تھے یہ رنگ ہے جن کا — کہ پیوست جگر پیکاں ہے اور پیکان میں دل ہے

لہو کے اشک آنکھوں تک بڑی مشکل سے آتے ہیں — شریک زندگی ہر قطرۂ خونِ رگ دل ہے

تمناؤں نے آخر تنگ آکر چھوڑ دی منزل — نگاہ دلربا دیکھے جدھر اب اُس طرف دل ہے

فغان ناتواں پہنچے گی کیوں کر عرش اعظم تک — مسافر تھک گیا ہے راہ میں اور دور منزل ہے

شب غم بڑھ رہا ہے کاکل پُر پیچ کا سودا — میں ہوں آزاد کیوں کر، دل جو پابند سلاسل ہے

مہ نو دیکھتے ہی اک چھری سی چل گئی دل پر — کہ میری آنکھ سے اوجھل ابھی ابروئے قاتل ہے

کہاں تک ضبطِ غم اب تو کوئی دلکش غزل چھیڑو — کہ یہ بھی ایک تدبیر کشود عقدۂ دل ہے

مدد اے جذبۂ بے اختیاری سخت مشکل ہے — کروں تو کیا کروں میں، دل ہی بسمل دل ہی قاتل ہے

مری بربادی دل کا تماشا دیکھنے والے — سر مژگاں لہو کی بوند ہے یا خوں شدہ دل ہے

تصور میں کسی کی چاند سی تصویر رہتی ہے — مرا دل ہے مرا دل یا کسی مہوش کی منزل ہے

ستمگر نے ہدف کر ہی دیا اللہ رے شوخی — کوئی کہتا رہا ظالم مرا دل ہے مرا دل ہے

وہ دنیا ہو کہ عقبیٰ، چین کیونکر پاؤں گا آخر — اگر ہمدم یہی دل اور یہی بیتابی دل ہے